133

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

غلام احمد قادیانی (الہام)

اِنّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

تار کا پتہ: الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی للعہ ؎ ششماہی ؎ سہ ماہی ؎ بیرون ہند ؎

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر (۲۹) | مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۴ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۱۶ صفر ۱۳۴۳ھ | جلد (۱۲)

مدینۃ المسیح

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں ہر طرح بخیریت ہے ÷

(۲) حضرت خلیفہ اول رضہ کے اہل وعیال بخیریت ہیں ÷

(۳) حضرت امیر ایدہ اللہ خیریت سے ہیں ÷

(۴) حضرت صاحب کے ساتھ جانیوالے احباب کے اہل وعیال میں خیریت ہے چودہری فتح محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کی طبیعت چند دن سے ناساز تھی ۔ مگر اب افاقہ ہے۔

(۵) سُنا ہے کہ قادیان کے محلہ ہندوؤں میں پھر ایک ہیضہ کا کیس ہو گیا ہے

(۶) منشی عبد الکریم صاحب بٹالوی کی بڑی بیوی ۱۰ ستمبر کو فوت ہوئی اور مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئی ۔ مرحومہ بہت مخلص اور خاندان نبوت سے خاص محبت رکھتی تھی ۔ احباب دعائے مغفرت کریں

(۷) جمعہ کی نماز کے بعد حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت صاحب کا مضمون سُنایا ۔ جو گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکا ہے اور پھر حضرت امیر

مرثیہ
شہید فی سبیل اللہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب زندۂ جاوید

(از مولوی محمد احمد صاحب مظہر ۔ بی اے ایل ایل ۔ بی وکیل ۔ کپورتھلہ)

شاہدِ مشرق ہوا جب دمِ پسِ کوہ سنگ سار
روزِ روشن نے پیا جامِ شہادت ذوق میں
جھٹپٹے کا وقت ہے اور دھندلکے کا ہے سماں
اُڑ رہی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو کے بادل کی قبا
دیدۂ مہتاب میں باقی نہیں آنسو کوئی
ہے صفِ ماتم بچھائی چرخِ نیلی فام نے
قدسیوں کی انجمن مصروفِ گریہ ہے مگر
بسکہ ہیں گردابِ ظلمت پیچ پیچ اور توبتو
شش جہت پر موت کی سی ہے غشی طاری ہوئی
عشق سے یوں چھاؤنی چھائی فضائے قلب پر

شام نے چہرے پہ ڈالا دامنِ تاریک وتار
دیکھ کر چشمِ شفق بھی ہو گئی خوننابہ بار
چھا رہی ہے چارسُو دُنیا پہ اک گرد وغبار
پرزے پرزے ہے گریباں اور دامن تار تار
بادلوں میں مُنہ چھپائے خود بخود ہے شرمسار
عالمِ عُلوی بنا ہے بے مُحابا سوگوار
اشکِ انجم کا نہیں جو ٹوٹتا پل بھر کو تار
بحرِ ظلمت پر ہے گویا بحرِ ظلمت آشکار
ٹمٹماتا ہے چراغِ شاعرِ شب زندہ دار
سرد آہوں کے پیادے گرم نالوں کے سوار

پچھلے پہر سے فضا میں ایک پلٹا آ گیا
ہو رہے پیدا ہیں آثارِ حیات اندر ممات
کش مکش ہے نور و ظلمت میں نمایاں طور پر
خیطِ ابیض خیطِ اسود سے نمایاں ہو چلا
نغمۂ والفجر میں سرمست ہیں وحش و طیور
صبح صادق کا سپیدہ بن گیا خیر الثیاب
ہو گیا ظلمت کا پردہ خاش آخر یک بیباک
رفتہ رفتہ خود ابھر آیا اُفق سے آفتاب
شاہِ مشرق کا ہوُا دنیا میں پھر سکہ رواں

صبحِ کاذب کی جھلک سے چلدئے ہیں راہوار
ٹوٹنے کو ہے طلسم خامشی کا تار تار
جامۂ شرقی کا گویا تن رہا ہے پود و تار
پڑ رہے ہیں روشنی کے دمبدم بھرپور وار
گونج گیا ناسب اذاں سے مرغزار و کوہسار
پرتوِ خورشید سے اسپر بنے نقش و نگار
روشنی نے کھینچ لی جس وقت تیغ آبدار
سارے عالم میں ہوُا پھر انتشارِ نور و نار
ہر طرف ہے دوڑ دھوپ اور ہر کوئی سرگرم کار

ہاں شہید راہ حق ہر ذرۂ خورشید ہے
اور بر ناب نعمت اللہ زندۂ جاوید ہے

مرحبا! اے حق گزارِ فدیۂ ذبحِ عظیم
اک قدم میں طے کیا تو نے مقامِ معرفت
گردنِ تسلیم تیری امرِ حق پر جھک گئی
سامنے کوہ مطیبیت کے بنا کوہِ وقار
تھے دلیلِ راہ تیرے عبدِ رحمان و لطیف
تو دمِ شمشیر پر بھی بے تکلف چل دیا
شانِ رحمت نے لیا گودی میں تجھ کو چوم چوم
احمدیت کو شہادت پر تری سو ناز ہے
اے شہیدِ ارضِ کابل اے قتیلِ راہِ حق
سرد آہیں لب پہ ہیں اور دل میں سو سو داغ ہیں
پڑھ رہے تھے سورۂ "تبّت یدا" جن و ملک
آخر اکدن رنگ لائیگا شہیدوں کا لہو
تیرا ہر قطرہ ہے گویا سرخیٔ مضمونِ عشق

حبّذا! اے جاں سپارِ بیشۂ عزمِ صمیم
اک نظر میں پا گیا مرضیٔ مولائے کریم
حق نے رکھا تھا ترے پہلو میں اک قلبِ سلیم
تو تنِ تنہا اِدھر تھا اور اُدھر فوجِ غنیم
تو نے دم بھر کو نہ چھوڑا یہ صراطِ مستقیم
منزلِ مقصود پر جا کر ہوُا آخر مقیم
کس ادا سے ہو گیا تو داخلِ بیت النعیم
تیرا ہر قطرہ بنا ہے خاتمِ دینِ قویم
تیری فرقت میں جگر ہے لخت لخت اور دل دونیم
گل بدامن ڈھونڈتی ہے تیرے مرقد کو نسیم
سنگ باری کر رہے تھے جس گھڑی تجھ پر لئیم
کس بھروسے پر ہیں غرّہ یہ امیروں کے ندیم
تیرا ہر ذرہ ہے آبِ صدق سے دُرِّ یتیم

زندہ جاوید ہے اس عشق سے ابنِ خلیل
آبِ حیواں ہے نگاہِ عشق میں تیغِ اصیل

ایک ایک روپے کا وی پی
خریداران الفضل کے نام

احباب کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اخیر ہفتہ جولائی سے الفضل ہفتہ میں دو بار کی بجائے ہفتہ میں تین بار ہے اور اس وجہ سے ٹکٹوں کا زیادہ خرچ ہے۔ اور عملہ مینجر کے ذمے ڈیوڑھا کام ہے۔ جس کے لئے عملہ بڑھانا پڑا۔ اخبار کی سات روپے سالانہ قیمت (بلحاظ موجودہ خریداران کے) اس کے اخراجات کے لئے بمشکل ہی کافی تھی۔ اب اسپر یہ مزید خرچ یہ فنڈ قطعاً ادا کر سکنے کے قابل نہیں۔ میرا خیال تھا کہ اگر پانسو نئے خریدار اور مل گئے۔ تو یہ اخراجات جو ہفتہ میں تیسری بار الفضل شائع کرنے کے ہو رہے ہیں۔ پورے ہو سکیں گے۔ لیکن دو ماہ کے انتظار نے بتا دیا کہ اتنے نئے خریدار نہیں ملے۔ اور نہ غالباً مل سکتے ہیں۔ اس لئے ان زائد اخراجات کے پورا کرنے کے لئے میں مجبور ہوُا ہوں کہ آپ سب صاحبان کی خدمت میں ایک ایک روپیہ کا وی پی برائے اعانت الفضل بھیجدوں۔ یہ رقم کسی خریدار کے کھاتہ حساب میں درج نہ ہو گی۔ بلکہ اس کو بطور اعانت سمجھا جائیگا۔ اور اس سے یہ زائد اخراجات پورے کئے جائینگے۔ کیونکہ دسمبر ۱۹۲۴ء تک الفضل کا سہ بارہ رہنا یقینی ہے۔ اور اس کے بعد دیکھا جائیگا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

میں امید کرتا ہوں کہ ۵ ستمبر کا پرچہ تمام خریداران الفضل ایک ایک روپیہ کا وی پی وصول فرما کر مشکور فرمائینگے۔ اور کوئی صاحب واپس نہ کرینگے۔ ایک روپیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کے حالات سفر کا جلد جلد پڑھنا اگر میسر ہو جائے۔ تو یہ کوئی گراں سودا نہیں۔ ان لوگوں کے نام وی پی نہیں ہونگے جن سے سہ ماہی قیمت ۳؎ یا چھ ماہی للعہ وصول کی گئی ہے۔

نیاز مند :۔ مینجر الفضل قادیان

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ دہلی کے سکرٹری

انجمن احمدیہ دہلی نے شیخ فضل کریم صاحب مرحوم کی جگہ جنرل سکرٹری اور سکرٹری تعلیم و تربیت مرزا محمد شریف صاحب کو مقرر کیا ہے۔ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اخبار میں اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ آیندہ تمام خط و کتابت جناب مرزا صاحب موصوف سے کی جائے۔ میر محمد اسمٰعیل ناظر اعلیٰ قادیان

اخبار فاروق کے متعلق اطلاع

جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر اخبار فاروق کو آج ایک احمدیہ جلسہ میں شمولیت کے لئے کراچی بھیجا جا رہا ہے۔ ایک عشرہ تک انکی واپسی ہو گی۔ اس عرصہ میں فاروق کی اشاعت معرض التوا میں رہیگی۔ احباب جماعت بالخصوص ناظرین فاروق مطلع رہیں۔ والسلام۔ سید محمود اللہ شاہ۔ ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

شکریہ احباب

میرے گھر اپریشن کے زخم کی حالت اچھی ہے۔ مگر کمزوری اور بعض دیگر عوارض سے تکلیف بہت رہتی ہے۔ ڈریسنگ روزانہ ہوتا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے اسی علالت کے سبب عاجز کراچی نہیں جا سکا۔ کثرت کے ساتھ احباب کی طرف سے بیمار پرسی اور ہمدردی کے خط آ رہے ہیں۔ ان سب کا مشکور ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ محمد صادق عفا اللہ عنہ

قاضی فضل کریم صاحب بھیروی کہاں ہیں؟

قاضی فضل کریم صاحب بھیروی جو محمد امین بیر محمد صاحبان سوداگران چرم لاہور کے ہاں ملازم تھے۔ کچھ عرصہ سے لاپتہ ہیں۔ ان کے اہل و عیال قادیان میں ہیں۔ جو تکلیف میں ہیں۔ اگر کسی احمدی بھائی کو ان کا پتہ معلوم ہو تو براہ کرم بہت جلد دفتر امور عامہ میں اطلاع بھجوا دیں۔ مشکور ہوں گا۔ والسلام۔ زین العابدین ولی اللہ شاہ۔ ناظر امور عامہ قادیان

دیگوں کے متعلق ضروری اعلان

گذشتہ الفضل میں بندہ اعلان کر چکا ہے کہ اسوقت تک تیرہ ۱۳ دیگوں کے وعدے آ چکے ہیں۔ اب ان سطور کے ذریعہ اعلان کر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۱۶ ستمبر ۱۹۲۴ء

امیر کابل کی سفاکی

مولوی نعمت اللہ خان کو کیونکر شہید کیا گیا

محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگساری عمل میں آئی

برادر گرامی قدر مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو حکومت کابل نے سنگسار کرنے میں جس درندگی اور وحشت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی مثال ممکن نہیں۔ کہ موجودہ زمانہ کی کسی بدترین حکومت میں بھی پائی جائے۔ ایک ایسا شخص جسے مذہبی طور پر یہ تعلیم دی گئی۔ کہ جس حکومت میں رہو۔ اس کے احکام کی اطاعت اپنا فرض سمجھو۔ اور حکومت کے خلاف کسی قسم کے فتنہ و فساد سے قطعاً سروکار نہ رکھو۔ نہایت امن پسندی اور اطاعت شعاری کے ساتھ بود و باش رکھتا ہے۔ کسی شورش وغیرہ میں شریک نہیں ہوتا۔ حکومت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ نہایت شریفانہ اور مومنانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ کہ ایک ایسی حکومت جسے مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور جس کا حکمران "خادم ملت" ہونے کا مدعی ہے۔ لا اکراہ فی الدین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتا ہوا اس بے کس و بے بس انسان کی گرفتاری کا حکم محض اس لئے دیدیتا ہے۔ کہ وہ سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ زندان میں ڈالکر ناقابل برداشت مظالم اور سختیوں کا ہدف بنایا جاتا ہے۔ اور مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے ان عقائد کو ترک کر دے۔ جن کی صداقت اس پر روز روشن سے بھی زیادہ صفائی کے ساتھ ظاہر ہو چکی تھی۔ لیکن جب اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ تو پھر اس درندگی اور سفاکی کو عمل میں لایا گیا جو اس زمانہ میں کوئی وحشی سے وحشی ملک بھی بڑے سے بڑے جرم کے لئے روا نہیں رکھیگا۔ یعنی پتھر مار مار کر خدا تعالیٰ کے ایک عابد زاہد بندہ کو ہلاک کر دیا گیا۔

محض مذہبی اختلاف کی بنا پر اپنی رعایا کے ایک نہایت با امن انسان کے ساتھ ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ سلوک کرنا اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ اس زمانہ میں صفحہ عالم پر کابل سے بدترین اور ظالم حکومت اور کوئی نہیں۔ اور اس وقت اگر کسی نے زمانہ وحشت و بربریت کی یادگار دیکھنی ہو۔ تو کابل کو دیکھ لے۔ جہاں بے گناہ انسانوں کا خون گرانے میں ذرا بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ اور ایسا ناپاک فعل کرتے ہوئے ذرا بھی خدا کا خوف دل میں نہیں لایا جاتا۔ کس قدر ظلم اور ستم ہے۔ کہ کابل کے ملک میں چوروں اور ڈاکوؤں۔ فاسقوں اور فاجروں۔ زانیوں اور بدمعاشوں تک سے آج تک کبھی وہ سلوک نہیں کیا گیا۔ جو خدا تعالیٰ کے مومن بندوں سے محض احمدی ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سلطنت کابل میں کوئی چور۔ کوئی ڈاکو اور کوئی زانی وغیرہ نہیں۔ اور کبھی چوری۔ ڈاکہ زنی اور زنا کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ اگر اس قسم کے بیسیوں واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ تو آج تک کابل کے حکمران نے کتنے چوروں کے ہاتھ کاٹے اور کتنے زانیوں کو کوڑے لگائے ہیں۔ اگر کسی ایک کو بھی نہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں اس وقت تک تین احمدیوں کو نہایت سفاکانہ طریق سے قتل کیا گیا ہے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ جہاں خطرناک سے خطرناک اخلاقی اور شرعی مجرموں کے خلاف بھی حکومت کابل کو ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہیں ہے۔ وہاں بے کس احمدیوں کے خلاف وہ اپنی ساری دلیری ختم کر دیتی ہے۔ ان ہی ایام میں دیکھ لو۔ کابل کے علاقہ میں بغاوت پھیلی ہوئی ہے۔ باغی حکومت کے خلاف باقاعدہ جنگ و جدال کر رہے ہیں۔ اور حکومت کو بہت کچھ نقصان پہنچا چکے ہیں۔ جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سلطنت جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بار بار ان کی منتیں کر رہی ہے۔ اور باغیوں کی اُسے اس قدر خاطر منظور ہے۔ کہ چند ہی دن ہوئے اخبارات میں جب یہ خبر شائع ہوئی کہ سلطنت کابل باغیوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ تو اس کی خاص طور پر تردید کی گئی۔ اور کہا گیا کہ اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

حکومت کابل کا باغیوں کے مقابلہ میں اور ان باغیوں کے مقابلہ میں جو سلطنت کا تختہ اُلٹ دینے اور موجودہ حکمران کو مٹا دینے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ یہ حال ہے لیکن ایک با امن اور حکومت کی اطاعت اپنا مذہبی فرض سمجھنے والے احمدی کو نہایت دردناک طریق سے قتل کیا جاتا ہے۔ کیوں؟ کیا ان باغیوں کی نسبت جو موجودہ امیر کابل کی جگہ ایک اور شخص کو تخت حکومت پر بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور موجودہ حکومت کو اُلٹ کر اس کی جگہ نئی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک اکیلا احمدی مولوی نعمت اللہ خان مسکینی اور بے چارگی کی حالت میں بسر اوقات کرتا ہوا زیادہ خطرناک اور زیادہ نقصان رساں تھا کہ اسے وحشیانہ طریق سے قتل کرنا ضروری سمجھا گیا۔ نہیں بلکہ اس کی بے کسی اور بے بسی نے ہی ظالموں اور سفاکوں کو قتل کی جرأت دلائی۔ اور اس کے احمدی ہونے کی وجہ سے ہی اسے باغیوں کو خوش کرنے کے لئے قربان کر دیا گیا۔ ورنہ اگر حکومت کابل میں کچھ بھی انسانیت ہوتی۔ اور ذرا بھی جوہر مردانگی رکھتی۔ تو ایسا شرمناک اور بزدلانہ فعل کبھی اس سے سرزد نہ ہوتا۔ وہ باغیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتی ان کی شورش کو جرأت اور دلیری سے دباتی۔ اور ان کے ارادوں کو طاقت اور قوت سے ناکام کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن شمشیر بکف باغیوں اور جانباز فسادیوں کے مقابلہ میں اس وقت تک جن حیلہ بازیوں سے وہ کام لے رہی ہے۔ انہی میں سے ایک ہمارے بے گناہ اور معصوم بھائی نعمت اللہ خان کا قتل بھی ہے۔ جو باغیوں کی اس افواہ کی تردید کے لئے کیا گیا ہے۔ کہ امیر کابل احمدی ہو گیا ہے۔ ایک افواہ کی تردید میں ایسی شرمناک سفاکی جہاں امیر کابل کی انتہا درجہ کی سنگدلی اور بے رحمی کا ثبوت ہے۔ وہاں اس کی بزدلی اور نامردی کی بھی مظہر ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ اپنی حکومت کو مخالفین سے قوت بازو کے ساتھ محفوظ رکھنے کی طاقت اور جرأت نہیں رکھتا۔ بلکہ ان کے آگے ایک بے گناہ کا خون پیش کرتا ہے۔ لیکن اُسے یاد رہے۔ یہ خون ناحق اسے تباہی اور بربادی کے گڑھے سے بچانے کا موجب نہیں ہو گا۔ بلکہ اور زیادہ قریب کر دیگا۔ اور وہ دن آئے گا جب اس قسم کی ستم رانیوں کا اُسے دردناک خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

تمام دنیا کے پردہ پر کوئی انسان ایسا نہیں ہو گا۔ جو اس قتل ناحق سے ہاتھ رنگنے والوں کی سنگدلی اور بے رحمی پر لعنت نہیں بھیجیگا۔ مذہبی اختلاف کی بناء پر اس قدر ظلم اور اس قدر جبر انسانیت کا شائبہ رکھنے والی کوئی حکومت بھی نہیں کر سکتی۔ اور امیر کابل کو بھی یہ سفاکی ایک احمدی کے ہی ساتھ کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔ جو اس وادیٔ ظلم و ستم میں بالکل یکہ و تنہا تھا۔ ورنہ اسی ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو عقائد کے لحاظ سے حکومت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مگر ان کے خلاف امیر کو انگلی تک اُٹھانے کی

جرأت نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاتھ میں ڈنڈا نظر آتا ہے۔ اور احمدیوں کو بے یار و مددگار سمجھتا ہے۔

مگر ظالم اور سفاک امیر کابل نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب پر جو ظلم اور ستم کیا ہے۔ وہ اس قدر شرمناک اور انسانیت سے گرا ہوا ہے۔ کہ ہندوستان کے وہ اخبارات جو جماعت احمدیہ سے حد درجہ کی عداوت اور دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس امر کے اعتراف میں شرم اور ندامت محسوس کر رہے ہیں کہ امیر کابل نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو محض احمدی ہونے کی وجہ سے قتل کرا دیا ہے۔ اور وہ اپنے ذہنوں سے اس سفاکانہ قتل کے لئے عجیب عجیب وجوہات گھڑ کے پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اخبار زمیندار (۱۴ ستمبر) لکھتا ہے:۔

"یہ دعویٰ ہرگز قابل اعتبار نہیں کہ نعمت اللہ خان محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کیا گیا۔ جہاں تک ہمارا قیاس کام دیتا ہے۔ انکی سنگساری کے وجوہ سیاسی ہونگے۔ اور وہ کسی ایسی سازش یا کسی ایسے منصوبے میں مصروف پایا گیا ہوگا۔ جس سے حکومت افغانستان کو بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔"

اسی طرح اخبار "سیاست" (۱۴ ستمبر) لکھتا ہے:۔

"کیسے خیال میں آسکتا ہے کہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو محض میاں محمود صاحب کے مرید ہونے کی وجہ سے قتل کرا دیا گیا ہو۔ ...... ضرور ہے کہ مولوی نعمت اللہ صاحب نے کوئی ایسی حرکت کی ہوگی۔ جس کی سزا ایسی ہوگی کہ انکو سنگسار کرا دیا جائے۔"

اخبار وکیل (۱۰ ستمبر) اس قتل پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"یہ حیرت ہے۔ کہ اسلامی فرقوں سے اس درجہ سخت گیری کا سلوک ہو۔ کہ ایک شخص کو محض اس جرم پر کہ وہ احمدی ہے۔ سزا دی جائے۔ اور سزا بھی ایسی جو اپنی نوعیت اور نتیجہ کے اعتبار سے انتہائی ہو۔"

اور آگے لکھتا ہے:۔

"اس واقعہ میں علت اہلاک و رجم محض احمدیت نہیں بلکہ تبلیغ احمدیت ہوگی۔"

لیکن کابل سے تازہ اور موثق جو اطلاعات پہنچی ہیں۔ اور جو گذشتہ پرچہ میں شائع کی جا چکی ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہید ملت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کا دامن خدا کے فضل سے اس قسم کے تمام الزامات سے پاک تھا۔ جنہیں "زمیندار" اور "سیاست" نے قتل کا باعث قرار دیا ہے وہ نہ حکومت کے خلاف کسی سیاسی کارروائی میں شریک ہوئے۔ اور نہ حکومت کو ان پر یہ الزام قائم کرنے کی کوئی وجہ ہاتھ آئی۔ پھر نہ انہوں نے کوئی ایسی حرکت کی۔ جسے حکومت کے قوانین کے لحاظ سے جرم قرار دیا جاسکے۔ حتیٰ کہ حکومت ان کے قتل کی یہ وجہ بھی پیش نہیں کر سکی کہ وہ اعلانیہ رنگ میں تبلیغ احمدیت کرتے تھے۔ جو کسی نام نہاد قانون کے رو سے قابل مواخذہ ہو سکتی تھی۔ بلکہ ان کے قتل اور سنگسار کرنے کی وجہ محض ان کے احمدیہ عقائد کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے انہیں بار بار ان عقاید کو ترک کرنے کے لئے کہا گیا۔ اور اس کے لئے ہر قسم کی سختی کی گئی حتیٰ کہ آخری دن بازاروں میں پھراتے وقت لوگوں کو ان کے سنگسار کرنے کی وجہ ان کا احمدی ہونا سنائی گئی۔

اور اس آخری لمحہ میں بھی جب خدا کا شیر ظالموں اور سفاکوں کے بیشمار مجمع میں گھرا ہوا تھا۔ اور چند منٹ میں اپنے محبوب سے ملنے والا تھا۔ اس وقت بھی اسے یہی کہا گیا۔ کہ اب بھی اپنے عقائد ترک کر دو۔ اور اپنی جان بچا لو۔ مگر اس نے اس سے قطعاً انکار کر دیا۔ اور تبسم چہرہ کے ساتھ اس مذبح پر چڑھ گیا۔ جو اس کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

ان حالات کے جن میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر مولوی نعمت اللہ خان صاحب پر کوئی سیاسی الزام ہوتا۔ کسی طریق سے فتنہ یا فساد کا شبہ ہوتا۔ یا حکومت کے خلاف ان کی کوئی سیاسی حرکت قابل مواخذہ ہوتی۔ تو بار بار انہیں عقائد بدلنے کے لئے نہ کہا جاتا۔ لیکن انہیں شروع سے لیکر آخری دم تک یہی کہا جاتا رہا۔ کہ اپنے عقائد ترک کر دو۔ اور ان خیالات سے توبہ کرو۔ مگر ان کا یہ ایسا مطالبہ اور ایسی خواہش تھی۔ جو کوئی بھی سچا مومن منظور نہ کر سکتا تھا۔ اور نہ شہید ملت مولوی نعمت اللہ خان صاحب نے منظور کی۔ بلکہ جس وقت بھی یہ مطالبہ کیا جاتا رہا وہ یہی جواب دیتے۔ کہ توبہ تو کسی گناہ اور خطا سے کی جاتی ہے میں حق اور صداقت سے کیوں توبہ کروں۔ توبہ آپ ان کریں جو خطا کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آخری لمحہ بھی انہوں نے یہی کہا۔ اور ان کے ناجائز اور ناروا مطالبہ کو ٹھکرا کر جان پیش کر دی۔

امیر کابل کے اس سفاکانہ فعل کو جائز ثابت کرنے کے لئے پنجاب کے اردو اخبارات ایک یہ وجہ بھی پیش کر رہے ہیں کہ چونکہ کابل میں ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے خیالات اور عقائد کی تبلیغ کرنے کی ممانعت ہے۔ اور مولوی نعمت اللہ خان نے احمدیت کی تبلیغ کی ہوگی۔ اس لئے ایسی وحشیانہ سزا دی گئی۔ اول تو اس قسم کا قانون ہی نہایت وحشیانہ ہونے کے علاوہ شریعت اسلام کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام ہر ایک مسلمان کا فرض قرار دیتا ہے۔ کہ وہ دوسروں کو حق کی دعوت دے۔ جس کی امیر کابل ممانعت کرتا ہے لیکن شہید مرحوم پر جو الزام لگایا گیا۔ اور جس کی بنا پر اس کے متعلق سنگساری کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس میں قطعاً اس بات کا ذکر تک نہیں ہے کہ حکومت کابل کے اس خلاف اسلام حکم کو نہ ماننے کی وجہ سے یہ سزا دی گئی ہے۔ بلکہ فیصلہ میں صرف احمدی عقائد رکھنے کا الزام لگایا گیا۔ اور اسی بنا پر سنگساری کی سزا دی گئی ہے۔ آیندہ کابل کے سرکاری اخبار سے اصل فیصلہ شائع کیا جائیگا۔ جس سے ثابت ہے کہ مولوی نعمت اللہ خان کا قتل محض احمدی ہونے کی وجہ سے اور احمدی عقائد رکھنے کے باعث کیا گیا ہے۔ نہ کہ کسی اور الزام کی وجہ سے اور سلطنت کابل نے یہ جفاکاری اور خلاف انسانیت فعل محض اختلاف عقائد کی وجہ سے کیا ہے۔ جس سے اس نے اپنے آپ کو لعنت کا مورد بنا لیا ہے۔

امیر کابل کو امیر جماعت احمدیہ کا تار

امیر جماعت احمدیہ حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب نے جماعت احمدیہ کی طرف سے حسب ذیل تار امیر کابل کو مولوی نعمت اللہ خان صاحب کے شہید کرنے کے متعلق ارسال فرمایا ہے:۔

ہمیں خبر موصول ہوئی ہے کہ یور میجسٹی کی گورنمنٹ نے ہمارے بھائی مولوی نعمت اللہ خان کو سنگسار کر کے شہید کر دیا ہے۔ کابل کے سرکاری اخبار حقیقت مورخہ ۶ صفر نمبر گیارہ میں ہم نے پڑھا ہے کہ ہمارے بھائی کے جرم کی بناء سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ احمدیہ عقائد کا معتقد اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کا متبع تھا۔ سلطنت کابل کا یہ فعل انسانیت اور انصاف کے حد درجہ خلاف ہونے کے علاوہ یور میجسٹی کی گورنمنٹ کے اعلانات اور ذمہ وار افغان افسروں کے وعدوں کے بھی صریح خلاف ہے۔ ہمارے بھائی نعمت اللہ خان کے شہید کئے جانے سے لاکھوں احمدیوں کے جذبات کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ جو دنیا کے تمام حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم یور میجسٹی کے اس فعل بہیمی کے ساتھ اظہار نفرت کرتے ہیں۔ اور یور میجسٹی اور آپ کی سلطنت کے ارکین کو یاد دلاتے ہیں کہ گو سلطنت کابل اپنے آپ کو ایسا خودسر اور طاقتور سمجھتی ہو کہ جو کچھ بھی اس کے جی میں آئے۔ کر گذرے لیکن وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتی۔ جو کہ اسکی کمزور ترین مخلوق کی ہو سکتی ہے اور سلطنت کابل یقیناً خدا کے حضور اپنے اس فعل کیلئے جوابدہ ہوگی۔

ہمیں اپنے مرحوم بھائی کے شہید ہونے کا افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اور اب اسکی روح اپنے خالق و مالک کی گود میں آرام پا رہی ہے۔ لیکن سلطنت کابل کا یہ فعل یقیناً اس کے نام پر

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حالات سفر

پورٹ سعید سے قدس تک

ذیل میں جو حالات سفر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے درج کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اگرچہ بہت سی باتیں پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اور تفصیل سے شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ جناب شیخ یعقوب علی صاحب کی تحریروں کا تسلسل قائم رہے۔ ان کی ہر ایک چٹھی کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک رائزنگ و بوئے دیگر ست کے ماتحت بھی احباب کی دلچسپی کا بہت کچھ سامان موجود ہے (ایڈیٹر)

۲۸ر جولائی ۱۹۲۴ء کو ہم پورٹ سعید پہنچے۔ اور کونٹی نینٹل ہوٹل میں شب باش ہوئے۔ ۲۹ر جولائی ۱۹۲۴ء کو ساڑھے بارہ بجے بذریعہ ریل قاہرہ کو روانہ ہوئے۔ اور ۳۱ر جولائی ۱۹۲۴ء کی شام کو ۶ بجے قاہرہ سے بذریعہ ریل بیت المقدس کو روانہ ہوئے۔ اور یکم اگست کو قبل دوپہر بیت المقدس پہنچ گئے۔ گرانڈ ہوٹل میں قیام کیا۔ قدس میں ۲ر اگست کی شام تک قیام کیا۔ اور ۳ر اگست ۱۹۲۴ء کی صبح کو وہاں سے چل کر رات کو حیفہ شب باش ہوئے۔ کیونکہ یہاں سے دمشق کو گاڑی پر سوار ہونا تھا۔ اور ۴ر اگست کی صبح کو حیفہ سے روانہ ہو کر اسی روز شام کو ساڑھے آٹھ بجے کے قریب دمشق پہنچ گئے۔ دمشق میں ۹ر اگست تک قیام فرمایا۔ اور ۱۰ر اگست ۱۹۲۴ء کی صبح کو ۸ بجے کے قریب بیروت کو روانہ ہو کر اسی روز شام کو ۵ بجے کے قریب بیروت پہنچ گئے۔

پورٹ سعید سے بیروت تک کے حالات کی تفصیل نہ اخبار کی صفحات میں آ سکتی ہے۔ اور نہ میری ان چٹھیوں کا یہ مقصد ہے۔ اور نہ مجھے ان کے اس وقت لکھنے کے لئے کوئی فرصت ہے۔ اس لئے میں صرف وہ واقعات بیان کروں گا جن کا تعلق سلسلہ سے ہے۔ باقی امور میں بہت ہی کم لکھوں گا

دمشق کے سفر کی غرض

دمشق کا سفر حضرت خلیفۃ المسیح نے محض اس لئے اختیار کیا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تحریر فرمایا تھا۔ کہ مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ دمشق میں نزول کریگا۔ اس پیشگوئی کو پورا کیا جائے۔ اور دوسری غرض یہ تھی۔ کہ بلاد فلسطین اور شام کے مسلمانوں کی حالت کا عینی مشاہدہ کر کے ان کی تربیت روحانی اور دعوت سلسلہ کے سوال پر غور کیا جاوے۔ اور دمشق میں ہی چند روز قیام کرنے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ اسی مقصد مبارک کو لے کر آپ دمشق کے لئے روانہ ہوئے۔ دمشق جانے کے لئے مصر سے دو راستہ ہیں۔ ایک تو قدس یا بیت المقدس ہو کر دوسرا پورٹ سعید سے بذریعہ جہاز۔ لیکن چونکہ حضرت نے فلسطین کی حالت کا بھی معاینہ کرنا تھا۔ اس لئے آپ نے قدس کے راستہ کو پسند کیا۔ تاکہ اس سفر میں بیت المقدس بھی دیکھ لیا جاوے۔ جہاں ہمارے مکرم و معظم بھائی سید زین العابدین صاحب ناظر امور عامہ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ گذارا ہے۔ قاہرہ سے روانہ ہو کر قنطرہ جنکشن پر ہم نے گاڑی بدلی۔ اور نہر سویز کو عبور کر کے قدس کو روانہ ہوئے۔

قاہرہ میں تبلیغی کام

قاہرہ میں عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب نے تبلیغ سلسلہ کا کام اپنی استطاعت کے موافق شروع کر رکھا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مختصر سی جماعت بھی موجود ہے۔ مگر مصر پر تمدن یورپ اور سیاست کی زبردست روش کا ایسا اثر ہے۔ کہ عام طور پر لوگ سیاست کو مذہب کے بدلے خرید رہے ہیں۔ حالانکہ اسلامی سیاست اسلام کی حقیقت عملی سے وابستہ ہے۔ تمدن یورپ کا اس قدر غلبہ قاہرہ میں نظر آتا ہے۔ کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ اور یہ حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ ہم نے بعض جرائد اسلامی کے ایڈیٹروں سے یہ سنا۔ کہ وہ اس تمدن کو نہ صرف پسند کرتے ہیں۔ بلکہ فخر کرتے ہیں کاش وہ اس کے مضرات سے واقف ہوتے۔

قاہرہ میں حضرت نے عزیز مکرم محمود احمد کے حجرہ کو یہ عزت بخشی کہ اسماعیں ہوٹل کی بجائے قیام کیا۔ حضرت کی آمد کی اطلاع محمود احمد نے بذریعہ چھپے ہوئے کارڈوں کے پہلے سے بذریعہ ڈاک کر دی تھی۔ اور اخبارات کو بھی ایک نوٹ بھیجا تھا۔ مگر اخبارات کی متعصبانہ روش نے سوائے بعض کے ان کو چھاپنے کا موقعہ نہ دیا تھا۔ پھر چونکہ اطلاع ہو چکی تھی۔ علماء ازہر کی ایک جماعت (جمعیۃ الفقہا) کے صدر الاستاذ محمد فراج منیلوی کی امارت میں ملاقات کے لئے آئی۔ اور مسئلہ خلافت اور بعض دیگر امور پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر اور اصابت رائے کا ان پر خاص اثر تھا۔ چنانچہ انہوں نے قاہرہ کے مشہور اخبار المقطم میں (جو بہت پرانا عیسائی روزانہ اخبار ہے) ایک مضمون بھی شائع کرا دیا۔ جو ۳۱ر جولائی ۱۹۲۴ء کے المقطم میں شائع ہوا ہے۔

سید ابو العزائم صاحب سے گفتگو

سید ابو العزائم صاحب مصر میں ایک مشہور اور صاحب اثر آدمی ہیں۔ پیری مریدی کا بھی سلسلہ ہے۔ اور سیاست حاضرہ میں بھی دخل دیتے ہیں۔ چونکہ جہاز ایک دن دیر سے پہنچا تھا۔ اور قاہرہ پہونچنے کی تاریخ ۲۹ر اگست ۱۹۲۴ء مشتہر ہوئی تھی۔ اسلئے وہ ۲۸ر اگست کو مکان پر آئے۔ اور اپنا کارڈ چھوڑ گئے۔ ۳۰ر اگست کی رات کو وہ معہ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے تشریف لائے۔ پہلے انہوں نے اپنے ایک مرید کو بھیجا تھا۔ اور یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ ان کے مکان پر قیام ہوتا۔ لیکن اس کا چونکہ اب موقعہ نہ رہا تھا۔ وہ خود ملاقات کے لئے آئے۔ اور بہت دیر تک حضرت صاحب سے سلسلہ کے متعلق سنتے رہے۔ اور باوجود پیر ہونے کے اپنے مریدوں کی موجودگی میں اپنے اخلاص کا اظہار کیا۔

۳۱ر جولائی ۱۹۲۴ء کو حضرت نے مجھ کو اور چودھری فتح محمد صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کو حکم دیا۔ کہ ہم جرائد مصر کے ایڈیٹروں سے ملیں۔ اور اس مقصد کے لئے حضرت نے خاص ہدایات دیدی تھیں۔ چنانچہ عزیز محمود احمد صاحب کو ساتھ لے کر ہم نے اللواء۔ الاخبار۔ محروسہ۔ مقطم۔ اجپشن میل۔ لطائف مصورہ کے ایڈیٹروں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اہم نقطہ یہ تھا۔ کہ ہم ان کو جماعت کے نظام اور تبلیغی اور تعلیمی کام سے آگاہ کریں۔ اور اس سفر کے مقاصد سے واقف تاکہ انہیں کسی قسم کی غلط فہمی واقع نہ ہو۔ اس ملاقات میں مسئلہ خلافت اور ہمارے نقطہ خیال پر علمی تبادلہ خیالات ہوا۔ مصر میں مسئلہ خلافت کے متعلق مختلف پارٹیاں ہیں علماء ازہر چاہتے ہیں۔ کہ ملک فواد کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ اور اسی غرض کیلئے وہ باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔ غرض اخبارات کے ایڈیٹروں کو سلسلہ حقہ کا پیغام پہونچایا گیا۔

محروسہ کا ایڈیٹر اور تبلیغ مصر

محروسہ کے ایڈیٹر صاحب نے دوران گفتگو میں کہا کہ آپ مصر میں اپنے سلسلے کی تبلیغ نہ کریں۔ یہاں کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ اور میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ کہ لوگ یہاں سے آپ کے مبلغین کو مصر سے باہر جانے پر مجبور کر دینگے چودھری صاحب نے جواب دیا۔ ان باتوں سے ہم ہرگز ڈرتے نہیں۔ یہ باتیں ہمارے ارادوں کو پست نہیں کر سکتی ہیں۔ ہم صرف خدا سے ڈرتے ہیں۔ کوئی دوسری طاقت ہم کو ڈرا نہیں سکتی۔ ہندوستان میں ہماری جو مخالفت ہوتی ہے۔ وہ کم نہیں۔

مگر کبھی ان مخالفتوں نے ہم کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے۔ اور خدا نے ہمارے امام سے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ اس کی نصرت اور تائید کرے گا۔ اور ہم نے اس تائید کا مشاہدہ کیا ہے۔ پس آپ جس قدر چاہیں زور لگائیں۔ ہم اپنی تبلیغ مصر کے سلسلہ کو نہ صرف جاری رکھیں گے۔ بلکہ اور مضبوط کرینگے۔ اور ہم کو یقین ہے۔ کہ ہم انشاء اللہ کامیاب ہونگے ؛

حوصلہ کی اس بلندی اور جرأت نے جو حضرت اولوالعزم کی توجہ نے ہمارے اندر پیدا کی ہے۔ محروسہ کے ایڈیٹر پر ایک سکتہ کی کیفیت طاری کر دی۔ اور جس زبان سے وہ یہ تہدید آمیز پیغام ہم کو دے رہا تھا۔ اسی زبان سے کہنے لگا۔ کہ میں آپ کو اس جرأت و دلیری پر مبارکباد دیتا ہوں ؛

حقیقت میں دنیا میں کامیاب ہونے والی قوم کے اندر اس قسم کی روح حریت و ہمت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اور یہ بدون خدا پر ایمان کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہم نے اگر اس سلسلہ کو خدائی سلسلہ یقین کیا ہے۔ اور وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔ تو اس کے لئے ہم کو بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم میں ہزاروں عبداللطیف (رضی اللہ عنہ) پیدا نہ ہوں۔ منزل مقصود دور ہے۔ روح قربانی اندر ہونی چاہیئے۔ یہ ضرور نہیں کہ ہر شخص کو شہید مرحوم کی طرح سنگسار ہونا پڑے۔ لیکن ہم کو اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ ہمیں اس راستہ سے منزل مقصود کو پہنچنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو ہم میں سے ہر ایک یہ شعر پڑھتا ہوا آگے بڑھے ؎

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسیکہ لاف تعشق زند منم

غرض محروسہ کے ایڈیٹر صاحب پر چوہدری صاحب کے الفاظ نے ایک وجد کی کیفیت پیدا کر دی ؛

مصری احمدی

شبراوی صاحب ایک مخلص نوجوان ہیں۔ ایک عرصہ تک وہ سعد زغلول پاشا کی پارٹی میں شریک رہا۔ اور اس نے ان مصائب سے بھی حصہ لیا۔ جو اس پارٹی کو اپنی مخالفت کے ایام میں برداشت کرنی پڑیں۔ مگر اب وہ احمدی ہو کر سیاسی معاملات سے الگ ہے۔ اور سلسلہ کی محبت میں سرشار۔ ہمارے قیام مصر کے ایام میں وہ رات دن خدمت میں مصروف رہا ؛

ایک نابینا نوجوان ہے۔ مگر نہایت زیرک اور ذی علم اور فہیم ہے۔ اندھوں کی تعلیم کے لئے جو جدید طریق جاری ہو چکا ہے۔ یعنے ابھرے ہوئے رسم الخط کی کتابوں پر پڑھنا وہ اس طریقہ سے واقف ہے۔ اور لکھ پڑھ سکتا ہے۔ یہ نقاط ہوتے ہیں۔ اور ہاتھ کی انگلیوں سے ٹٹول کر پڑھا جاتا ہے۔ یہ عالم نوجوان اس فن سے خوب ماہر ہے۔ جامع ازہر میں تعلیم پاتا ہے۔ اور انشاء اللہ جلد ایک عالم کبیر کی حیثیت سے نکلے گا۔ شاعر اور ادیب ہے۔ فی البدیہہ شعر کہنے پر قادر ہے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے اپنا ایک تحریری مضمون نظم و نثر پر مشتمل پڑھا۔ اور پھر ایک قصیدہ فی البدیہہ حضرت کی آمد کے متعلق پڑھا۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب نے بھی سورۃ بنی اسرائیل کا ایک رکوع کی تلاوت کی۔ اور حضرت کا ایک قصیدہ سنایا۔

احمد عبدالعزیز کا ایڈریس اور اس کا جواب

ایک تیسرے صاحب احمد عبدالعزیز صاحب ہیں۔ مصر کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سابق وزیر مصر کے برادرزادہ ہیں۔ نوجوان ہے۔ طبیعت میں جوش اور دل میں اخلاص ہے۔ حضرت اقدس کی زیارت کے بعد معاً وہ بیٹھے بیٹھے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک پر درد اور ڈرامائی انداز سے اس نے ایک خطبہ بطور ایڈریس خیر مقدم بیان کرنا شروع کیا۔ اس کے قلب کی مضطربانہ کیفیت اس کے کلام سے ظاہر تھی۔ مصر میں حالت اسلام کا ایک صحیح اور سچا نقشہ تھا۔ اور اس حالت پر حضرت خلیفۃ المسیح کو توجہ فرمانے کے لئے عرض کی گئی تھی۔ حضرت نے اس کے جواب میں چند الفاظ عربی زبان میں فرمائے۔ جس کا ماحصل مقصد یہ ہے "کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ جب دنیا کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ تو خدا تعالےٰ اس کی اصلاح کے لئے اپنے کسی مامور کو بھیجتا ہے۔ اس وقت بھی خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو اسی لئے بھیجا ہے۔ بے شک جو حالت آپ نے مسلمانوں کی بیان کی ہے۔ وہ درست ہے۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ لیکن مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم تو اسی بات کی بشارت دیتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے حق ظاہر کر دیا ہے۔ اور حق باطل کو دور کر دیتا ہے۔ اور حق ہمارے پاس ہے۔ میں نے یہاں کی حالت کو دیکھ کر عزم کر لیا ہے۔ کہ اس جماعت کو انشاء اللہ مضبوط کرونگا۔ آپ سب مل کر کام کریں اور اپنے اعمال سے ثابت کر دیں۔ کہ تم ہی وہ جماعت ہو۔ جس کے ہاتھ پر خدا نے حق کو غالب کرنے کا ارادہ کیا ہے "

بعض دوسرے احمدی ملازمت کی وجہ سے مصر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ غرض اس طرح پر یہ سلسلہ جاری رہا عام طور پر لوگ آتے رہے۔ چونکہ یہاں حضرت کو کافی فرصت نہ تھی۔ اور بعض ضروری کام آئندہ سفر کے متعلق سرانجام دینے تھے۔ اس لئے کچھ وقت آپ کا اس میں صرف ہوا اور بعض آثار قدیمہ کو بھی آپ نے دیکھا۔ خاکسار عرفانی اور اس کے رفقاء (چوہدری صاحب اور حافظ صاحب) کو اہرام مصری کے دیکھنے کا موقعہ ملا۔

اہرام مصری

اہرام مصری مصر کی سب سے عجیب چیز سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ نام ان کی قدامت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہرم بوڑھے کو کہتے ہیں یہ مخروطی مینار ہیں۔ دراصل یہ فراعنہ مصر کی قبریں ہیں۔ آثار قدیمہ کے محققین ان کی قدامت کو چھ ہزار سال تک سر دست لے جاتے ہیں۔ ممکن ہے۔ اب جب کہ مصر میں آثار قدیمہ کی کھدوائی کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ یہ تحقیقات اور بھی پیچھے لے جائے۔ اہرام کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان سے رصدگاہوں کا کام لیا جاتا تھا۔ مگر یہ متفق امر ہے۔ کہ یہ قبریں ہیں۔ حضرت خود بھی ان اہرام کو دیکھنے تشریف لے گئے تھے۔ اور ایک کے اندر بھی داخل ہوئے۔ مگر اس کو پھر کر اندر سے نہیں دیکھا۔ صرف علمی تحقیقات کے طور پر تشریف لے گئے تھے۔ ہمارے ساتھ کی پارٹی میں سے بھائی جی شیخ عبدالرحمٰن قادیانی اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اندر داخل ہو کر اسے دیکھا۔ اہرام مصری کے متعلق (تفصیلی ذکر انشاء اللہ سفرنامہ میں ہوگا ؛)

مصر کے عہد حاضرہ کی عورت

تعلیمی ترقی نہایت ہی عمدہ چیز ہے۔ لیکن اگر یہ خوبصورت بلا کی صورت میں نمودار ہو۔ تو اس سے جہالت ہی بہتر ہے مصر میں عورتوں کی آزادی اور بے حجابی کو دیکھکر حضرت خلیفۃ المسیح کو بہت افسوس ہوا۔ اور یہ قدرتی بات ہے۔ جو شخص مسلمانوں کی تربیت اور اصلاح کا بار عظیم اپنے کندھوں پر رکھتا ہو۔ ناممکن ہے۔ کہ وہ ان کی جزئیات تک نہ پہونچے حضرت خلیفۃ المسیح نے مسلمانوں کے معاشرتی اور تمدنی اور اخلاقی حالات پر خوب غور کیا ہے۔ بظاہر وہ بازار میں چلتا نظر آتا ہے۔ مگر وہ سوچتا ہے۔ اور فکر کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی تجارت کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ کس حد تک تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ کس طرح اس میں پیچھے ہیں۔ اور کیونکر آگے ہو سکتے ہیں۔

مصر کی عورتیں آزادانہ سڑکوں اور بازاروں میں پھرتی ہیں۔ ان کا نقاب اور حجاب بجائے خود ایک زینت کی چیز ہے ؛

مصر سے روانگی

مصر سے روانگی کے دن ایک قابل وکیل کی ملاقات کے لئے ہم کو بھیجا گیا۔ ان کا نام میں سر دست نہیں لکھتا۔ وہ ۳۰ ر اگست

کو قریباً چار گھنٹہ تک مکان اور اس کے قریب ایک ہوٹل میں حضرت کی ملاقات کے لئے منتظر تھے ۔ اور بالآخر اپنا کارڈ چھوڑ کر چلے گئے ۔ چونکہ اب کوئی وقت ملاقات کا باقی نہ تھا ۔ اور حضرت نے مجھ کو اور حضرت حافظ صاحب اور چودہری صاحب کو حکم دیا ۔ کہ ہم ان سے مل کر آئیں ۔ چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بہت اخلاص اور محبت سے ملے ۔ اور انہوں نے ظاہر کیا ۔ کہ سلسلہ احمدیہ میں بیعت کا ارادہ کر چکے ہیں ۔ خدا تعالےٰ انہیں توفیق دے ۔ وللہ درمن قال ؎

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

فرشتے خود سعید قلوب میں خدا کے مامور کی شناخت اور قبولیت کے لئے بیج بو رہے ہیں ۔ اس کے اس کہنے پر قدرتی طور پر ہم کو بہت خوشی ہوئی ۔ یہ اس لئے کہ جہاں محروسہ کا ایڈیٹر کہتا ہے ۔ کہ احمدیت نہیں پھیل سکتی ۔ وہاں احمدیت کے لئے قلوب کس طرح طیار ہو رہے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کے اس فضل پر ہم شکر کرتے ہیں ۔ اور احباب سے بھی دعا کی درخواست ہے ۔ کہ تمام بلاد اسلامیہ میں خصوصاً مصر میں سلسلہ کی ترقی کے لئے دعا کریں ۔ کیونکہ ایک شخص نے دعویٰ سے کہا ۔ کہ یہاں احمدیت کے لئے میدان نہیں ! بہر حال مصر سے ہم قدس کے لئے روانہ ہوئے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے ذرہ نوازی سے خادم زادہ محمود احمد کو قنطرہ تک ساتھ چلنے کا حکم دیا ۔ تاکہ ضروری ہدایات مصر میں کام کرنے کے متعلق دے سکیں ۔ کیونکہ مصر میں مصروفیت کیوجہ سے موقع نہیں ملا ۔

حضرت کی مصروفیت

حضرت خلیفۃ المسیح اس سفر میں اس قدر مصروف ہیں ۔ کہ میں (جو اپنی خام خیالی سے سمجھتا تھا ۔ اور اسی بات پر خوش ہوتا تھا ۔ کہ سفر میں حضرت کو کچھ آرام کرنے کا موقعہ ملے گا) اور میرے رفقاء حیران ہیں ۔ کوئی وقت آپ کا فارغ نہیں ۔ یہاں تک کہ قادیان کی بڑھی ہوئی مصروفیت کو اب ہم فرصت سمجھنے لگے ہیں ۔ قیام ہو ۔ تو لوگوں کی آمد اور ان سے گفتگو ۔ سفر میں ہوں تو گاڑی یا جہاز میں تبلیغ و تبشیر کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ۔ کہ کھانے پینے کا تو کیا ذکر بعض حوائج ضروریہ میں بھی توقف ہونے لگتا ہے غرض دیر تک اپنے غلام زادہ کو ضروری ہدایات دیں اور قنطرہ سے گاڑی بدل کر ہم قدس کو روانہ ہوئے ۔

مقام لُد

لُد ایک جنکشن ہے ۔ یہاں سے قدس کیلئے دو گھ گاڑی بدلی جاتی ہے ۔ گاڑی تبدیل کر کے ہم قدس پہنچ گئے ۔ یہ وہ مقام لُد ہے ۔ جس کی نسبت ہمارے مخالف الرائے مسلمان کہتے ہیں ۔ کہ مسیح دجال کو باب لد پر قتل کریگا ۔ احمدی لٹریچر میں لد کی جو تشریح و تاویل ہوئی ہے ۔ وہ احباب سے مخفی نہیں ۔ حقیقت وہی ہے ۔ لیکن اگر خدا تعالےٰ ظاہری الفاظ میں بھی سطحی نظر کے مسلمانوں کے لئے اس پیشگوئی کو کسی وقت پورا کر دے ۔ تو کیا عجب ۔ میں اپنے ذوق اور ایمان کی ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت اولوالعزم کو جو اس سفر کے لئے نکالا ہے ۔ اور جن مقامات سے اس کا گذر ہو رہا ہے ۔ وہ احمدی تاریخ میں کچھ شک نہیں ۔ کہ ایک یادگار ہونگے ۔ مگر انشاء اللہ دیکھنے والے دیکھیں گے ۔ کہ یہ سرزمین احمدیت کا شاندار حصہ ہوگا ؏

حضرت اولوالعزم کی وفا

میں قدس کے حالات بیان کرنے سے پہلے دو باتوں کا ذکر اگر نہیں کروں گا ۔ تو بہت بڑی فرد گذاشت کے جرم کا ارتکاب کروں گا وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی سیرۃ کا ایک صفحہ ہے ۔ غالباً ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک نظم لکھی تھی جس کا مصرعہ ہے

بے وفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

حقیقت سے ناواقف اسے ایک شاعرانہ کلام کہدے گا ۔ مگر واقعات سے آشنا اس حقیقت کو آئینہ عمل میں دیکھ سکتا ہے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفا کی داستان طویل اور لذیذ ہے ۔ مگر میں اس سفر کے ایک دو واقعات کہنا چاہتا ہوں مجھے حضرت کے ساتھ پہلے بھی سفروں کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے اس خلق عظیم کا مشاہدہ کیا ہے ۔ کہ سفر میں آپ اپنے رفقاء کے آرام اور آسائش کو اپنی ذات پر ہمیشہ مقدم کرتے ہیں ۔ پرانے واقعات کے تذکرہ کا یہ مقام نہیں ۔ بلکہ یہاں تازہ ترین اور اس سفر کے واقعات کا ذکر مد نظر ہے اور اس میں سے بھی صرف دو ؏

پورٹ سعید کے کسٹم ہوس میں

پورٹ سعید ہم رات کو اُترے تھے ۔ اور سب سے پہلا کام ساحل پر اتر کر ہمیں جو کرنا پڑا ۔ وہ قرنطینہ کے دفتر میں جگہ ٹیکس صحت ادا کرنا تھا ۔ اور وہاں سے کسٹم ہوس میں جانا تھا ۔ ٹیکس صحت تو صرف روپیہ ادا کر دینے تک محدود تھا ۔ مگر کسٹم ہوس اچھا خاصہ دار الامتحان تھا ۔ سمندر کے تکلیف دہ پندرہ روزہ سفر کے بعد جب ہم نے سطح زمین پر قدم رکھا ۔ تو قدرتی طور پر طبیعت آرام کے لئے بے قرار تھی ۔ مگر کسٹم ہوس میں ایک کثیر التعداد مسافروں کے سامان کو دیکھنا اور پڑتال کرنا تھا ۔ کہ ان میں کوئی چیز قابل محصول اور ممنوع الدخل تو نہیں ہے ۔ اور اس غرض کے لئے بہت دیر تک وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے ۔ یہاں تک کہ آدمیوں اور عورتوں کی تلاشی بھی ہوتی ہے ۔ عورتوں کی تلاشی ایک عورت کے ذریعہ لی جاتی ہے ۔ ہم سب کو بالطبع یہ امر تکلیف دہ معلوم ہوتا تھا ۔ کہ حضرت انتظار میں کھڑے تکلیف اٹھائیں ۔ چنانچہ حافظ صاحب نے عرض کیا ۔ کہ حضور تشریف لے جاویں ۔ مگر آپ نے فرمایا میں سب کو ساتھ لے کر جاؤنگا ۔ ان الفاظ میں اپنے خدام کے ساتھ محبت اور شفقت کا جو اثر ہے ۔ وہ قلب سے نکل کر قلب پر ہی پڑتا ہے ۔ خدام چاہتے ہیں ۔ کہ آپ جاکر آرام کریں ۔ مگر آپ کو اس وقت تک آرام آہی نہیں سکتا ۔ جب تک کہ آپ کے خدام بھی آرام نہ کریں ۔ ماں کی محبت اور مامتا ایک ضرب المثل ہے ۔ مگر جو محبت امام کو اپنی جماعت کے ہر فرد سے ہوتی ہے ۔ دنیا کی کوئی محبت اور مامتا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ اس لئے کہ اس کی محبت دنیا کے تمام رشتوں سے بڑھ کر ہوتی ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب تک ہم بھی دنیا کے تمام رشتوں سے بڑھ کر اس سے محبت نہ کریں ۔ ہم بھی ایمان میں کامل نہیں ہو سکتے ۔ شرائط بیعت کو پڑھو ۔ ان میں یہ نکتہ نظر آئے گا ؏ غرض نہ ایک بار بلکہ متعدد مرتبہ عرض کیا گیا ۔ مگر آپ نے وہی جواب دیا ۔ اور ایک مرتبہ تو فرمایا ۔ کیا مجھے آرام کی بہت ضرورت ہے سب اکٹھے چلیں گے ۔ آپ نے یہ عمل محض سبق کے لئے نہیں دکھایا بلکہ آپ کی فطرۃ میں یہ بات داخل ہے ۔ سفر میں ہمیشہ دوسروں کے آرام کو مقدم کر لیتے ہیں ۔

اسی پورٹ سعید میں جب جہاز سے اترے ۔ اور موٹر لانچ میں سوار ہوئے ۔ تو اس وقت تک دریافت کرتے رہے جب کہ سب سوار ہو گئے ۔ چودھری محمد شریف صاحب اور میاں رحم دین آ گئے تھے ۔ اور حضرت کی نظر ان پر نہ پڑتی تھی ۔ آپ نے نہایت ہی فکر سے دریافت کیا ۔ کہ وہ کہاں ہیں جب ان کو خود دیکھ لیا ۔ اس وقت روانہ ہوئے ۔

ضرورت ہے ۔ کہ ہم میں سے ہر ایک کے اندر یہ کیفیت اور روح دوسروں کے لئے پیدا ہو جائے ۔

دوسرا واقعہ

جب ہم قدس سے دمشق کو روانہ ہوئے ۔ تو ایک اسٹیشن سمانخ نامی آتا ہے ۔ وہاں گاڑی کچھ زیادہ عرصہ ٹھہرتی ہے ۔ سٹیشن پر ایک مختصر سا ریسٹورنٹ ہے ۔ اور اس میں عام طور پر کچھ روٹی ۔ انڈے اور ڈبوں میں بند پھل وغیرہ ملتے ہیں ۔ چونکہ گاڑی میں مسافر زیادہ تھے ۔ روٹی ختم ہو گئی ۔ گو بعد میں روٹی باہر سے آ گئی ہماری پارٹی جو تھرڈ کلاس میں تھی ۔ اس کے لئے سب سے پہلے کھانے کے خریدنے کے لئے نقدی بھجوائی گئی ۔ حضرت جب کھانا کھانے لگے ۔ تو دریافت کیا ۔ کہ دوسرے احباب

برف دے دی گئی ہے۔ جب جواب نفی میں ملا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ پہلے ان کو دے کر آؤ۔ یہ بھی بظاہر ایک معمولی سی بات ہو سکتی ہے۔ برف ملتی یا نہ ملتی۔ سفر میں آرام و آسایش کا میسر آجانا۔ تو فضل ربی ہوتا ہے۔ ورنہ آدمی کو اس خیال سے سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ حسب دلخواہ آرام میسر آئیگا حضرت کے طفیل ہم تو بہت آرام سے سفر کر رہے ہیں۔ غرض آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ کہ جب تک دوسروں کو برف نہ پہونچ جاوے۔ خود اسے استعمال کریں۔ چنانچہ ہمارے پاس برف بھیجی گئی ؛ یہ دوسروں کے آرام کو اپنے آرام پر مقدم کرنے کا ایک جذبہ ہے۔ جو قدرتی طور پر حضرت امام کے عمل میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور جو ہمارے ایمان کی ترقی کا موجب ہے

قیام قدس

قدس کے قیام کے واقعات اور حالات کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک تو یہ۔ کہ ہم نے وہاں کے بعض اہم اور مشہور مقامات کی زیارت کی۔ دوسرے یہ کہ تبلیغ سلسلہ اور اشاعت احمدیت کے سوال پر مقامی حالات اور واقعات کو زیر نظر رکھ کر غور کی۔ مشہور مقامات جہاں حضرت امام تشریف لے گئے۔ حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضرت ایلیا کی کنونٹ (خانقاہ) (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ یعقوب۔ اسحاق۔ یوسف علیہ السلام کی قبروں پر اور حضرت سارہ کی قبر پر دعا کی۔ (۳) بیت اللحم۔ مسجد اقصیٰ میں دعا کی۔ اور جامع عمر رضی اللہ عنہ میں دعا فرمائی۔ (۴) اور اس گرجے کو دیکھا۔ جس کی سیڑھیوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھنے کے لئے کہا گیا تھا۔ اس گرجہ میں مسیح کے صلیبی واقعات کے مقامات ہیں۔ ان مقامات کے معائنہ کے متعلق بہت تفصیل کی ضرورت ہے۔ اور وہ سفرنامہ میں آسکتی ہے۔ انشاء اللہ العزیز جو واقعہ خصوصیت سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ مسجد اقصےٰ اور جامع عمر میں حضرت کی دعائیں ہیں۔

مسجد اقصیٰ میں دعا

مسجد اقصےٰ میں حضرت نے دعا سے پیشتر اس فہرست کو پڑھا۔ جو اس سفر میں ان کے احباب کے اسماء کی طیار ہوئی تھی۔ جنہوں نے دعا کے لئے عرض کیا تھا۔ آپ نے ساری فہرست کو پڑھا۔ اور پھر دو رکعت نماز باجماعت ادا کی۔ اور نماز کے ہر رکن کو بہت لمبا کیا۔ اور بہت طویل دعا کی۔ مسجد جامع عمر میں تشریف لیجا کر آپ نے ایک سجدہ کیا۔ اور اس میں بہت لمبی دعا کی۔ ہر دو وقت دعا کا نظارہ نہایت موثر تھا۔ ہم جو ساتھ دعا میں شریک تھے ہم میں سے ہر ایک پر ایک حالت طاری تھی۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ خشوع خضوع اور رقت و سوزش قلب کہاں سے پیدا ہو گئی۔ میں اسے حضرت کی توجہ قلبی کا نتیجہ اور اثر یقین کرتا ہوں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ملائکہ

قابل توجہ جناب مولوی محمد علی صاحب امیر اہل پیغام

(پ)

جناب مولوی محمد علی صاحب نے ۲۱ جون ۱۹۰۸ء گویا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے قریباً ایک ماہ بعد بمقام لاہور بتقریب جلسہ پیغام صلح ایک تقریر فرمائی تھی۔ جو الحکم نمبر ۲۴۔ جلد ۱۲ مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں سے ذیل کا اقتباس دیا جاتا ہے۔

"ہمیں بھی اسی وسیع دعا کے کرنے کا حکم ہے۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ اور اسکی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے۔ خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنے۔ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کرسکتا ہے۔ صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کرسکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا"

اسی تقریر میں یہ بھی فرمایا:-

"ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں اپنے کمال تک پہونچی ہوئی تھی۔ اس کے اثر نے جوش کیا۔ اور اس کا اثر دنیا میں پھیلا۔ اسمیں قوت قدسی اور قوت جذب تھی"

اس اقتباس کو پیش کرکے میں جناب مولانا موصوف سے مودبانہ درخواست کروں گا۔ کہ مولانا بتلائیں ؟

(۱) اهدنا الصراط المستقیم کو اس رنگ میں پیش کرکے جناب کا فرمانا کہ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ لیکن ہم اسپر قائم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کرسکتا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔ یعنی مخالف کے کونسے معنے آپکے ذہن میں ہیں۔ جو آپ اس تقریر میں اپنے ذہن میں مخالف کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ جو اب سے پہلے اپنے ان الفاظ کی طرف غور فرمالیں۔ کہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے۔ خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنے"

دوسرے اقتباس میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول قرار دیتے ہیں۔ پہلے اقتباس کو ملا کر اس مقدس رسول کو کس درجہ میں رکھتے ہیں۔ آیا نبیوں کے مقدس درجہ اور مقام میں۔ کیونکہ آپ اس پر قائم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کرسکتا ہے۔ منعم علیہ لوگوں کو جو مدارج ملے۔ ان کے دینے کے لئے ہی خدا نے

غیر احمدی اخباروں کا سلوک

(۲)

کسی نے یہ جھوٹ بات اڑا دی۔ کہ قادیان میں پانچ گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ اب اخبار ہیں۔ کہ اندھا دھند اس کو نقل کئے جاتے ہیں۔ جس سے اس کینہ و بغض کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ جو ہم مومنوں باللہ و بالرسول سے ان لوگوں کو ہے ایک ہمعصر امرت سر کا القاسم تو اس قدر جامے سے باہر ہوا ہے۔ کہ اس نے اپنے اخبار کا قریباً نصف کالم اس کی سرخیوں میں سیاہ کیا ہے۔ سرخیاں ملاحظہ ہوں

"مرزائیت کے چہرہ سے نقاب اٹھ گیا

علمبرداران امن کی گرفتاری

مسلمانوں پر حملہ کا نتیجہ

چوٹی کے مرزائی قانونی شکنجے میں"

لیکن جب اسے معلوم ہوگا۔ کہ یہ خبر غلط اور جھوٹ ہے۔ تو اس کے دل پر کیا گذرے گی۔ اسی کالم میں مولوی نعمت اللہ کی شہادت کا ذکر تین سرخیوں سے کیا ہے۔

"پائندہ باد حکومت افغانستان

حدود شرعیہ کا نفاذ

مرزائیت کا استقبال"

لیکن ہمعصر نے یہ نہ بتایا۔ کہ کسی اور امر شرعی کا نفاذ بھی کبھی دولت اسلامیہ اور خود تمہارے مقر خلافت قسطنطنیہ وعال انگورہ میں ہوا ہے یا نہیں آیا۔ انگورہ میں چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ کابل میں زنا پر کسی کو رجم ہوا ہے یا نہیں۔ یا صرف حد شرعی کا نفاد غریب احمدی ہی کی ذات پر ہوتا ہے۔ شیعہ اور اہل حدیث اور ہنود و دیگر فرقے کیا یہ سب مذہب امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ پر ہیں۔ اور مرتد کی تعریف جناب کی فقہ مستطاب میں کیا ہے۔ کیا جو شخص علی الاعلان بار بار کہے۔ امنت باللہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وقدرہ خیرہ و شرہ من اللہ تعالےٰ وہ مرتد ہوتا ہے۔ اور کیا ان فتاویٰ پر نظر کی جائے۔ جو رضائے مصطفےٰ والے دیوبندیوں پر اور دیوبندی ان پر۔ پھر خود حنفیوں ہی میں ایک دوسرے پر دیتے ہیں۔ ان کے اعتبار سے حدود شرعیہ کا نفاذ۔ ملت اسلامیہ کی واحد حکمران پائندہ باد حکومت افغانستان میں آپ کو منظور ہے۔ خدا جانے ان ملانوں کے دلوں میں کس قدر قساوت آگئی ہے۔ کہ ایک مظلوم پر پتھروں کی بارش کر کے بھی ان کے دل ٹھنڈے نہیں ہوتے آخر خدا کے حضور جانا ہے ؛

(اکمل عفی اللہ عنہ)

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)